DARYAFT: ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 15, Issue 01,(June 2023): DOI # https://doi.org/10.52015/daryaft.v15i01.335

وسیم عباس
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر عزیز ابن الحسن
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

”جانگلوس“میں تانیثیت کے مقامی پہلو: تجزیاتی مطالعہ

Waseem Abbas
Ph.D Scholar, Department of Urdu, Islamic Internation University Islamabad
Dr. Aziz Ibn ul Hassan
Associate professor, Department of Urdu, Islamic International University Islamabad

Local Aspects of Feminism in “Jangloos”: An Analytical Study

ABSTRACT

Shaukat Siddiqui is well known progressive short story writer and novelist in Urdu Literature. His novel *"Jangloos"* completely portrays the Pakistani society. The following research is an attempt to analyze novel "*Jangloos*" through a feminist lens, but this critical approach has been localized at length. Therefore, the analysis of *"Jangloos"* will be carried out by using local feminist approaches. The research will be focusing on the issues like exploitation, marginalization, and oppression that women face in *"Jangloos"*. The research therefore is not only a textual analysis of but also a contextual and cultural study of the novel. In the context of this novel, an attempt has been made to explore the role of women in agricultural production and the venerability of women according to rural customs.

Keywords: *Shaukat Siddiqui, Jangloos,Novel, Local Feminism, Pakistani culture*

شوکت صدیقی اردو ادب میں ایک نمایاں حیثیت کے حامل ادیب ہیں۔ شوکت صدیقی کی وجہ شہرت ان کا شاہکار ناول خدا کی بستی ہے۔ ان کی تحریروں میں خارجی ماحول کی عکاسی اور عہدِ حاضر کے معاشی و معاشرتی اور طبقاتی استحصال کی منظر کشی نظر آتی ہے۔ ادیب اپنے ارد گرد کے ماحول سے متاثر ہو کر اپنا تخلیقی سفر طے کرتا ہے ۔ تانیثیت کی تفہیم کے لیے ضروری ہے کہ پہلے ہم یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ عورت کیا ہے؟ عورت بطور ”انسان“ یا بطور ”شے“؟ تاریخِ انسانی میں عورت کے بارے میں مختلف تصورات و نظریات پیش کیے گئے ہیں اور عورت کو تصوراتی نقطہ نظر سے دیکھا گیا ہے۔ عورت کی سماجی حیثیت اور کامل عورت کو ”سیمون دی بوا“ نے

Received: 11th Feb, 2023 | Accepted: 5th June, 2023 | Available Online: 30th June, 2023

DARYAFT, Department of Urdu Language & Literature, NUML, Islamabad.
This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

نہایت مختصر انداز میں پیش کیا ہے جس کو رد کرنا قدرے مشکل ہے کہ "عورت پیدا نہیں ہوتی بنا دی جاتی ہے۔"(۱)
شوکت صدیقی کا ناول جانگلوس اردو کے اہم ناولوں میں شمار ہوتا ہے. مذکورہ ناول تین جلدوں اور دو ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے جانگلوس کو پاکستان کی ابتدائی دو دہائیوں کا معاشرتی، سیاسی و سماجی اور معاشی منظر نامہ کہا جا سکتا ہے۔ جانگلوس کا کینوس خاصا وسیع ہے اس میں قیامِ پاکستان کے بعد ابتدائی معاشرتی مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ناول کے کردار ایک جرائم سے بھرپور معاشرے کی عکاسی کرتے ہیں یہ کردار جیل میں کسی فرد کے مجرم ہوتے ہیں۔ لیکن جیل سے فرار ہونے کے بعد یہ اجتماعی معاشرے کے اور اپنے ضمیر کے قیدی بنتے ہیں۔ ناول "جانگلوس" عصری تاریخ اور سیاسی و سماجی حالات واقعات کا مجموعہ ہے۔ ناول کے موضوعات میں قیامِ پاکستان کے بعد کا معاشرتی منظر نامہ ہے تقسیمِ ہند، فسادات، مہاجرین کا نئے خطے میں جدید مسائل سے سامنا، جھوٹے کلیم، قیام پاکستان کے بعد جاگیر دارانہ نظام، عوام کا استحصال، حکومتی امور کو چلانے کے اصول، چھوٹے اور بڑے چوروں کی نفسیات الغرض معاشرتی ناہمواریوں کے اظہار کا نام جانگلوس ہے۔ تانیثیت کے مقامی پہلوؤں میں انسانی بنیادی حقوق کا مطالبہ شامل ہے جیسے کہ تعلیم کا حق، ووٹ کا حق، آنے جانے کی آزادی، اپنی مرضی کا پیشہ، پسند کی شادی، صحت، ملازمت اور سماجی حقوق میں مرد سے نہ زیادہ نہ ہی کم حقوق کا حصول۔ اس کے علاوہ غیرت کے نام پر قتل، عورت کی خرید و فروخت، وٹہ سٹہ، کم عمری کی شادی اور بدلِ صلح جیسی فرسودہ روایات پر آواز اٹھانا تانیثیت کے مقامی پہلوؤں میں شامل ہے۔ عورت کی سماجی حیثیت اکیسویں صدی میں متنازع صورت اختیار کر رہی ہے۔ عورت روایات اور ذہنی و جسمانی تشدد کا نشانہ بنتی ہے۔ مسائل کی نوعیت میں تبدیلی دیکھنے کو ملتی ہے۔ مسائل کے ختم ہونے یا کم ہونے کے امکانات ناپید ہیں۔ ورکنگ ویمن، شہری عورت کو گھر بار کے ساتھ دفتر اور دیگر سماجی ناہمواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شہری عورت بظاہر مرد کے شانہ بشانہ کھڑی ہے لیکن عورت کے ساتھ سماجی رویہ ایک طرح کی خدا ترسی اور رحم سے پیش آنے والا ہوتا ہے۔ عورت کسی شعبے کی سربراہی کے لیے قابل قبول نہیں، گھر سے باہر اپنی کارکردگی کے ساتھ آزاد عورت کے تقاضوں کو بخوبی پورا کرنے کی کوشش کرتی نظر آتی ہے۔ گھر میں آکر گھریلو ذمہ داریاں بچوں کی تربیت کو بہتر کرنا، یہ وہ مسائل ہیں جو کہ تانیثیت کے مقامی پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ شوکت صدیقی کے ناول جانگلوس میں سماجی ناہمواریوں کے ساتھ ساتھ عورت کے مختلف روپ دکھائی دیتے ہیں۔ عورت ذات ایک نوعیت کی جدوجہد میں مصروفِ عمل دکھائی دیتی ہے۔ آزاد عورت، ایلیٹ کلاس کی عورت کی بظاہر نظر آنے والی آزادی کو بھی جانگلوس میں قاری پر عیاں کیا گیا ہے، ناول میں اس کا بہترین اظہار دیکھنے کو ملتا ہے۔ عورت سماجی تاریخ سے غائب نظر آتی ہے۔ عورت کا ذکر شعر و ادب اور سماج میں اکثر اوقات ثانوی حیثیت سے یا بطور شے ہوتا ہے۔ بطور انسان عورت کو بروئے کار نہیں لایا جاتا۔ ان تشنہ پہلوؤں کو تانیثیت زیر بحث لاتی ہے کہ عورت کا ذکر زیادہ تر اس کی خوبصورتی، شادی بیاہ یا سماجی واقعے کے

حوالے سے ہوتا ہے۔ اہم سماجی تحریکوں کے مطالعے سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ عورت بطور موضوع کم ہی زیر بحث آتی ہے۔ ہمارے ہاں اردو ادب میں تقسیمِ ہند کے موقع پر ہجرت اور فسادات میں بے شمار عورتوں کو سماجی ناہمواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس حوالے سے عورتوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کو چند تخلیق کاروں نے موضوع بنایا۔ شوکت صدیقی نے تقسیم کے بعد پاکستانی عورت کو درپیش مسائل کی صورتحال بیان کی۔ یوں تو خدا کی بستی میں ایک عورت کے ساتھ ہونے والے مسلسل غیر انسانی رویوں کو سامنے لایا گیا ہے اس کے ساتھ ساتھ جانگلوس میں بھی مجرم کرداروں کی کہانی کے ساتھ ساتھ نسائی کرداروں کا المیہ سامنے لایا گیا ہے۔ نوراں، شاداں، جمیلہ، طاہرہ اسی طرح مزارعوں کی عورتوں پر ظلم و ستم کو جانگلوس میں دکھایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ جانگلوس میں ایلیٹ کلاس کی خواتین کو دکھایا جاتا ہے کہ ایک کلب میں مذکورہ کلاس کی عورت کس طرح بطور "شے" "partner swapping" کے گھناؤنے فعل کا شکار ہو جاتے ہیں۔

پدر سری نظامِ حیات نے مرد اساس سماج کی بنیاد رکھی اور عورت کو ذاتی ملکیت قرار دیتے ہوئے عورت کو بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم کر دیا۔ تب سے آج تک عورت اپنے وجود ذات کے اثبات اور اصلیت کے حصول کے لیے سرگرداں ہے۔ یہ جدوجہد ایک ارتقائی و فکری سفر صدیوں پر محیط ہے۔ اس سماجی تحریک میں صرف عورت کے بنیادی حقوق نہیں بلکہ عورت کے ثقافتی وجود اور شناخت کی تلاش کا کام بھی کیا جو کہ مرد اساس سماج میں گم ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر نجیبہ عارف لکھتی ہے:

> "بین الاقوامی سطح پر تحریک حقوقِ نسواں ایک معاشرتی نظریہ ہی نہیں سیاسی تحریک بھی ہے جو عورت کے سماجی رتبے اور کردار کے تعین اور معاشرے میں اس کے تشخص کے اظہار کو اپنی منزلِ مقصود قرار دیتی ہے۔ اس تحریک کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ صنف کی بنیاد پر عدم مساوات کے مظاہر کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرکے جو کم و بیش تمام معاشروں میں کہیں تہذیب و تمدن کے نام پر تو کہیں مذہب کی آڑ میں مستقل جاری و ساری ہے۔"(۲)

تانیثیت کا مقامی پہلو انسانی معاشرے میں سماجی ناہمواریوں سے عورت ذات کو درپیش ممکنہ مسائل اور ان مسائل کے پس پردہ محرکات کا احاطہ کرتی ہے۔ آئے روز عورت کو سماجی ناہمواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عورت کو کبھی غیرت کے نام پر قتل کیا جاتا ہے یا اس کے چہرے پر تیزاب پھینکا جاتا ہے۔ دفتروں میں ملازمت کرنے والی خواتین کے دہرے مسائل کو بھی زیر بحث لایا جاتا ہے۔ شہری اور دیہی عورت کے مسائل کی بدلتی ہوئی صورت حال کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ تانیثیت کا مقامی پہلو ہماری مقامی عورت کے سماجی اور غیر انسانی رویوں کا تقاضا کرتا ہے کہ اکیسویں صدی میں آزاد، روشن خیال اور پڑھی لکھی اور باشعور عورت کے مسائل میں کمی کے بجائے مسائل کی نوعیت میں فرق

آیا ہے۔ عورت کی سماجی حیثیت اور رتبے کا تقاضا تانیثیت کے مقامی پہلو کا بنیادی موضوع ہے۔ ڈاکٹر فہمیدہ ریاض لکھتی ہے:

"فیمنزم ایک ایسی اصطلاح ہے جس کا مطلب لوگ اپنی اپنی طرح سمجھتے ہیں۔ مگر میں نے جب بھی اسے استعمال کیا کہ میں "فیمنسٹ" ہوں تو ہر بار میرے ذہن میں اس کا یہی مطلب رہا ہے کہ عورت کے مکمل انسانی وجود کو تسلیم کیا جائے اور اس کے کسی بھی پہلو کو کچل کر نابود کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔"(۳)

ایک عام قاری ناول یا افسانے کو وقت گزاری کے لئے اور ذہنی تفریح کے لئے پڑھتا ہے لیکن ادب کا سنجیدہ طالب علم پڑھتے ہوئے گزرے ہوئے عہد اور معاشرتی مسائل کا تجزیہ کرتا ہے۔ جانگلوس میں کسی طبقے کو تنقید کا نشانہ نہیں بنایا گیا ہے بلکہ نشانِ عبرت بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ یہ نشانِ عبرت بننے والے کون ہیں؟ یہ سوال ہر سنجیدہ پڑھنے والا اپنے اردگرد کے ماحول کو دیکھ کر بخوبی کر سکتا ہے۔ ناول نگار نے کرداروں کے ذریعے بھیانک تاریخی واقعات اور شخصیات کی طرف مبہم صورت میں قاری کی توجہ کو متوجہ کیا ہے۔ لالی کا کردار بیوروکریسی اور اس کے تضادات کو قاری پر عیاں کرتا ہے کہ یہ غریب عوام کے لئے کس طرح سوچتے ہیں ان کی پہلی ترجیح میں ذاتی خواہشات اور ذاتی زندگی کے علاوہ عوام کا کس قدر درد چھپا ہوا ہے؟ یہ تمام تر صورتحال ناول میں ایک قدرتی حادثہ پیش آنے سے قاری پر عیاں ہوتی ہے ناول میں اس کا ذکر اس طرح ہوا ہے۔

"سر! کوئی دو گھنٹے پہلے گمبر سٹیشن کے نزدیک دو ٹرینیں ٹکرا گئی ہیں۔ زبردست حادثہ ہوا ہے ابھی تک گیارہ کے مرنے کی اطلاع ہے زخمی تو بہت سے ہیں ہر طرف چیخ و پکار مچی ہے۔۔۔۔۔ سلیمان نے بے رخی سے کہا، تو میں کیا کروں؟ سکھر! ایسا کرو لاہور یا کراچی سے کوئی اہم کال آئے تو صاف انکار کر دینا کہ ہم چاروں میں سے کوئی یہاں نہیں آیا۔ اس کے بعد فون ڈیڈ کر دو اور اطمینان سے سو جاؤ آئندہ سے تمہارے لئے یہ قطعی ممنوعہ علاقہ ہو گا"(۴)

دردِ دل کے واسطے انسان کو بیوروکریسی میں لگایا جاتا ہے لیکن ایک قدرتی حادثے پر ان کی بے بسی اور بے حسی کو پڑھ کر قاری کو غیر انسانی رویوں کا اندازہ ہوتا ہے کہ بیوروکریسی میں شامل افسرانِ بالا جب حادثے پر اظہارِ خیال کرتے ہیں تو ان کی سوچ پر افسوس کرنا بھی وقت کا ضیاع سمجھا جاتا ہے۔ ناول میں اس واقعے کے بعد اس طرح تاثرات کا اظہار کیا گیا ہے:

"ماہ رخ نے چند لمحوں بعد خاموشی توڑی اور مسعود کو مخاطب کیا۔ مسعود! آپ تو ایسے بے نیاز لگ رہے ہیں جیسے حادثے کا آپ پر کوئی ری ایکشن نہیں ہوا؟ مسعود نے ماہ رخ کو نظر بھر کر دیکھا اور ایش ٹرے

میں پائپ کی راکھ جھاڑتے ہوئے بولا" میں تو سوچ رہا تھا کون سی ایسی قیامت آگئی گیارہ افراد ہی تو ہلاک ہوئے ہیں کچھ ہسپتال جاتے جاتے یا ہسپتال پہنچ کر مر جائیں گے "(۵)

ناول نگار اعلیٰ کلاس میں کالی بھیڑوں اور مفاد پرستوں کی ظاہری حب الوطنی اور خدا ترسی کو قاری پر عیاں کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔ اس بے حسی کو قومی چوری اور قومی زوال کا حوالہ سمجھتے ہیں۔ اس طرح قاری کو کردار لالی سے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ تو کسی فرد یا خاندان کا مجرم ہے جبکہ یہ بے حس طبقہ تو قومی مجرم بننے کے باوجود قومی وقار کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے۔

کردار لالی کے مجرم ہونے کے باوجود قاری کا لالی کے ساتھ ہمدردانہ جذبہ قائم رہتا ہے۔ یہ معاشرتی ناہمواریوں کے سبب حالات کا شکار ہے یہ غلط کو غلط کہتا ہے لیکن حالاتِ حاضرہ کے سامنے بے بس ہے یہ مجبوریوں اور سختیوں کی وجہ سے دربدر ہوتا جاتا ہے۔ ناول جانگلوس میں پاکستان بھر کے جاگیردارانہ سماج کو زیرِ بحث لایا گیا ہے پنجاب کے دیہی علاقوں کی تاریخ اور معاشرتی تصادم یہاں تک کہ شمالی علاقہ جات دیر کے نواب اور اس کی وجہ سے اجتماعی مسائل کو ناول میں بیان کیا گیا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد بھی غریب لاچار عوام کا استحصال کسی نہ کسی صورت میں جاری ہے اب حاکم کوئی انگریز نہیں بلکہ اپنے ہی خود ساختہ حکمران۔ قیامِ پاکستان کے بعد عوام اور مہاجرینِ فسادات سے متاثر ہو کر ایک امید لے کر پاکستان آتے ہیں۔

لیکن یہاں آکر اپنے حقوق کی بجائے ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور نظر آتے ہیں ناول میں چوہدری نور الہی کا خاندان، اس کی واضح مثال ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد یہاں کے جاگیردار، سرمایہ دار اپنے ماتحتوں کو جانور سے بدتر سمجھنے لگتے ہیں۔ ناول میں ایسے متاثرہ کردار بچوں، بوڑھوں کی صورت میں نظر آتے ہیں۔

ناول جانگلوس کا دوسرا کردار رحیم داد! زمینداروں، جاگیرداروں اور مزارعوں کے رہن سہن کو قاری پر عیاں کرتا ہے کہ یہ کردار جرم پہ جرم اور جھوٹ پر جھوٹ بولتا ہوا معاشرتی ناانصافی کی وجہ سے کس طرح لوگوں کا استحصال کرتا ہے؟ اپنی پہچان اور شناخت کو لے کر یہ قتل پہ قتل کرتا جاتا ہے لیکن یہ چھوٹا چور بڑے چوروں سے مل کر طاقت پکڑتا ہے۔ یہ کردار رحیم داد! جھوٹے کلیم کا مقدمہ کر کے دوسروں کے حقوق پہ ڈاکا ڈالتا ہے قیامِ پاکستان کے بعد پاکستانی معاشرہ مختلف تضادات کا شکار رہا تو ایسے میں معاشرے کو ترقی کے بجائے زوال کی طرف گامزن کرنے میں کردار احسان شاہ، کمشنر ہمدانی، اور فیض محمد کا ہاتھ شامل رہا ہے۔ رحیم داد کردار کے ذریعے ناول نگار قاری پر عیاں کرتا ہے کہ معاشرہ کس قدر فرسودہ روایات اور اندھی عقیدت کا شکار ہے۔ کس طرح جاگیردار مزارعوں کی زندگی اور عزت سے کھلواڑ کرتا ہے۔ رحیم داد کا سفر رحیمے سے شروع ہو کر چوہدری نور الہی پر جا کر اپنے اختتام کو پہنچتا ہے۔ اس تمام تر ارتقائی سفر میں یہ کردار تین قتل کر کے مزارعوں کی بہن، بیٹی کو اپنی حوس کا نشانہ بناتا ہے۔ کردار اللہ وسایا،

حکیم نذر چشتی کو قتل کر کے سکون کی زندگی گزارتا ہے۔ یہاں تک یہ کردار اپنے قریبی دوست لالی کو یاد تک نہیں کرتا جو کہ برے دنوں کا ساتھی رہا ہے۔

یہ کردار ابن الوقت کی صورت اختیار کرتا ہے یہ کردار اپنی بیوی نوراں اور بچوں کو ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ دولت کے نشے میں انسان اندھا ہو جاتا ہے نوراں اپنے بچوں اور خود کو جلا دیتی ہے لیکن اس کردار کو فرق نہیں پڑتا یہ کردار شاداں سے شادی کرتا ہے یہ شاداں ایک نسائی کردار ہے جو کہ بھرپور مزاحمت کرتا ہے حالات کے سبب رحیم داد سے شادی کر لیتی ہے لیکن جب رحیم داد کی اصلیت جان لیتی ہے تو ایک رات رحیم داد کو ذبح کر دیتی ہے کردار شاداں سوچتی ہے یہ رحیم داد اس شخص کو قتل کرتا ہے جو کہ اس کی اصلیت جان لیتا ہے تو اس طرح اب میرا نمبر ہے۔ اس لئے شاداں اس کو ختم کر دیتی ہے۔

شاداں ایک نسائی کردار ہے جو کہ مرد کی بے وفائی پر سخت غصہ کرتی ہے یہ نمبردار مردوں کی طرف سے ملنے والے معاشرتی مقام سے محروم ہے یہ رحیم داد، بالے سے شادی صرف سماجی حیثیت کے لئے کرتی ہے لیکن جب مردانہ سوچ کے حامل لوگ اس کو صرف جسمانی بھوک کے لیے استعمال کرتے ہیں تو یہ سوچتی ہے کہ میں نے اپنے بچوں کو چھوڑا بالے کے لئے اور اس نے بے وفائی کی اور اب یہ رحیم داد بھی جھوٹا نکلا یہ بھی کسی وقت مجھے ختم کرنے والا ہے تو یہ کردار سوچتے ہوئے دکھایا جاتا ہے۔ ناول میں اس کا بیان یوں ہوا ہے۔

> ”شاداں نے بستر کی جانب اشارہ کیا" تو دیکھ بھی لے" لالی نے دیکھا بستر کی چادر پر تکیے پر لال لال خون پھیلا تھا۔ رحیم داد بے جان لیٹا تھا اس کا گلا کٹا ہوا تھا گوشت کے لوتھڑوں سے ابھی تک خون رس رس کر ادھر بہہ رہا تھا اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ چہرہ نہایت خوف ناک نظر آ رہا تھا۔ وہ لالی کے پہنچنے سے پہلے دم توڑ چکا تھا“(٦)

ناول جانگلوس کو محض دو قیدیوں کی کہانی کہہ دینا کافی نہیں ہوگا۔ شوکت صدیقی جانگلوس کے ثانوی کرداروں یعنی کہ نسائی کرداروں کے ذریعے ایک سماجی جبر کو سامنے رکھ کر پیش کرتے ہیں۔ یہ ثانوی حیثیت کے حامل نسائی کردار ہر ظالم اور ظلم کا شکار ہوتے نظر آتے ہے۔ جیل کی سلاخوں سے بھاگنے والے یہ دو مجرم عورت ذات کو براہِ راست ذہنی و جسمانی تشدد کا سبب بنتے ہیں۔ مذکورہ ناول میں متاثرہ نسائی کرداروں کی ایک طویل فہرست پائی جاتی ہے جو کہ اپنی جگہ مسلسل سماجی جبر اور مردانہ سماج میں تشدد کا نشانہ بنی ہے۔ یہ دونوں قیدی جیل سے فرار ہونے کے بعد نسائی کردار "شاداں" کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھاتے اٹھاتے ہیں۔ شاداں بالے نامی مرد کو قتل کرتی ہے۔ ایسے میں یہ دونوں شاداں کو بلیک میل کرتے ہیں کہ ہمارے لئے کپڑے لاؤ تا کہ ہم جیل کی وردی سے چھٹکارا پا سکیں ورنہ ہم نے باہر لوگوں کو بتانا ہے کہ اس عورت نے قتل کیا ہے۔ ایسے میں شاداں ان کے جال میں پھنس جاتی ہے یوں رحیم داد اور

لالی اس کمزوری کو سبب بنا کر مسلسل اس کو بلیک میل کرتے ہیں۔ شاداں اسی سبب ان کے ساتھ پابند ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ رحیم داد کی بیگم کی زندگی بسر کرنا شروع کرتی ہیں۔ شاداں ایک زبردست نسائی کردار ہے یہ اپنے سے بڑے عمر کے شخص سے شادی پر مجبور کی جاتی ہے تو شادی کے بعد شوہر اس کو اہمیت نہیں دیتا۔ ایسے میں شاداں بالے کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔

یہ روایتی عورت ہے اس کا تصورِ حیات وہی روایتی ہے کہ ایک شوہر ہو گا بال بچے ہوں گے اور زندگی روزمرہ کی طرح بسر ہو گی۔ لیکن بالے کی طرف سے بے وفائی پر شدید غصے کا اظہار کرتی نظر آتی ہے کہ آپ کے لیے میں نے اپنے ''کھسم'' کو چھوڑا بدلے میں تم بھی وہی روایتی مرد نکلے! ایک عورت کے بعد دوسرے کے شکار میں! اس پر بالے کو چوری سے ذبح کر دیتی ہے۔ اس قتل کو وجہ بنا کر رحیم داد مسلسل اس کو بلیک میل کرتا ہے۔ لیکن شاداں کا مزاحمتی رویہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ جب وہ رحیم داد کی بے وفائی پر لالی کو ذبح کرتی ہے۔

ناول جانگلوس میں نسائی کردار مختلف مقامات پر مختلف نوعیت کے جنسی و معاشی اور معاشرتی استحصال کا شکار نظر آتے ہیں۔ یہ نسائی متاثرہ کردار جمیلہ، نوراں، شاداں، طاہرہ، جنت بی بی کے ان نسائی کرداروں کا المیہ ہے کہ جاگیر دارانہ سماج میں عورت کو سماجی رتبہ اور مقام نہ ملنے کی وجہ سے عورت مختلف صورتوں میں مردانہ سوچ کی زد میں رہی۔ جاگیر دارانہ سماج میں اپنی بہن بیٹی کا مستقبل زیادہ تر خراب دیکھنے کو ملا ہے۔ شاداں ایک نسائی مزاحمتی کردار سے جو کہ سماجی رتبہ نہ ملنے پر احتجاج کرتی نظر آتی ہے اپنے سے بڑی عمر کے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور، مختلف طرح کی مزاحمت کرتی ہوئی رحیم داد تک پہنچتی ہے۔

یہ کردار رحیم داد سے شادی نظریہ ضرورت کے تحت کرتی ہے اس کا بیان ناول میں یوں کرتی ہے۔

''میں نے اس سے صرف اس لئے ویاہ کیا تھا کہ مجھ سے اب دکھ نہیں اٹھائے جاتے تجھے جیل میں دیکھا تھا۔ میرا نہ گھر تھا نہ کوئی ٹکانہ۔۔۔۔۔ ایک بار اپنا گھر اجاڑ کر میں نے سوچا کہ دوبارہ گھر بساؤں گی۔ میرے بال بچے ہوں گے۔ گھر والا ہو گا۔ آرام سے زندگی گزاروں گی۔۔۔۔۔''(۷)

لالی کردار میں دکھی انسانیت کے لئے احساس پایا جاتا ہے یہ لالی شاداں سے سچی محبت کرتا ہے اس کے رومانس میں زندگی بسر کرنے لگتا ہے۔ اب رحیم داد کے قتل کا ذمہ لینے کو تیار ہے لیکن شاداں ٹوٹ چکی ہے ہار چکی ہے۔ لالی کہتا ہے کہ جرم میں اپنے ذمے لیتا ہوں میں تین دفعہ جیل کاٹ چکا ہوں لیکن نہیں شاداں کپڑے تبدیل کرنے کمرے جاتی ہے۔ کافی دیر تک واپس نہیں نکلتی تو لالی دیکھتا ہے کہ ناول میں یوں ذکر ہوا ہے۔

''لالی نے آواز دی کہ شاداں تو اندھیرے میں کیا کر رہی ہے۔ کوئی جواب نہ ملا لالی نے ایک بار پھر پکارا۔ شاداں، لالی مزید نہ ٹھہرا باہر نکلا کمرے میں پہنچا۔

شاداں دم توڑ رہی تھی اس کی گردن میں چاقو پیوست تھا۔ شہ رگ کٹ گئی تھی۔۔۔۔۔ شاداں یہ کیا کیا؟ میں نے سوچا تھا کہ رات کے اندھیرے میں چھپتے چھپتے نکل جائیں گے۔۔۔۔ شاداں ختم ہو گئی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئی۔ لالی اسے سفر آخرت پر جاتے ہوئے دیکھتا ہے"۔[۸]

دوسرا انسائی کردار جمیلہ "جو کہ اللہ وسایا کی بیگم ہے۔ دونوں ازدواجی زندگی خوشی سے بسر کرتے ہیں۔ جمیلہ پسند کی شادی کر کے اللہ وسایا سے شادی کا فیصلہ کر چکی ہے۔ جمیلہ دیہات میں مزارعے کے بچوں کے لیے تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کرتی ہے جو کہ جاگیر دار احسان شاہ کو برا لگتا ہے۔ رحیم داد اللہ وسایا کا مہمان بن کر گھر میں آتا ہے تو جمیلہ کو کسی طرح اپنی طرف کھینچ کرلانے کی کوشش کرتا ہے۔ احسان شاہ کے ساتھ مل کر اللہ وسایا کو قتل کیا جاتا ہے۔ جمیلہ بے بس، بے سہارا ہوتی ہے ایسے میں جاگیر دارانہ نظام اور مرد معاشرہ عورت کو کمزور دیکھ کر حوصلہ دیتا ہے۔ تو مرد کی وہی روایتی سوچ کہ عورت مرد کے بغیر ادھوری ہے، سماجی حیثیت ادھوری ہے۔ ایسے میں رحیم داد جمیلہ کے سامنے شادی کی آفر کرتا ہے جس کا جمیلہ انکار کرتی ہے۔ رحیم داد زبردستی شادی کرنا چاہتا ہے۔ یہاں جمیلہ کو رحیم اور احسان شاہ کی چال سمجھ میں آجاتی ہے کہ دونوں نے مل کر اللہ وسایا کو راستے سے ہٹایا ہے۔ یوں مسلسل مردانہ ذہنی و جسمانی تشدد اور سماجی جبر سے بغاوت کرتی ہوئی اپنے والد کے گھر چلی جاتی ہیں۔

ناصر عباس نیئر لکھتے ہیں:

"تانیثیت محض ادبی متون ہی نہیں پوری انسانی تاریخ اور جملہ ثقافتی مظاہر کے مطالعے کا نیا تناظر فراہم کرتی ہے۔ یہ نیا تناظر دراصل وہ نئے سوالات ہیں جنہیں حقوق نسواں، آزادئ نسواں کی تحریکوں اور تانیثی تھیوری نے گذشتہ صدی میں تشکیل دیا ہے۔"[۹]

تیسرا انسائی کردار "نوراں" ہے جو کہ رحیم داد کی بیگم ہے۔ رحیم داد جب جیل میں ہوتا ہے تو یہ جاگیرداروں کی منت سماجت کرتی نظر آتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کی خاطر جیل سے رہائی دلاؤ۔ جیل میں رحیم داد کے پاس جاتی ہیں روتی ہیں۔ لیکن اس کو وہی ثانوی حیثیت ہی حاصل ہے کہ مرد کے بغیر عورت بُری ہوتی ہے، سماجی حیثیت کم سمجھی جاتی ہے۔ لیکن دوسری جانب وہی مردانہ سوچ کہ دولت ملنے کے بعد اپنی پہچان یہاں تک کہ نام سب کچھ بدل دیتا ہے۔ دولت اور جائیداد کی خاطر اپنے بچوں اور بیگم کو جاننے سے انکار کر دیتا ہے۔ چونکہ رحیم داد اب چوہدری نور الٰہی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ نوراں رحیم داد کو کہتی نظر آتی ہے کہ ان بچوں کو اور ہم سے آپ کا کوئی رشتہ نہیں؟ اس کے بعد بچوں سمیت خود کو آگ لگا دیتی ہے۔ یوں ایک ثانوی حیثیت کا حامل کردار بنیادی اکائی کے سامنے اپنی بے بسی کا اعلان کرتا ہے۔ ناول نگار اس کردار کے ذریعے معاشرے میں حاشیے پر رہنے والی مخلوق کا نوحہ پیش کرتے ہیں۔

بیوہ کلثوم بی بی کا سماجی و معاشی استحصال ناول میں دکھایا گیا ہے۔ جس کا شوہر نور الہی اچھی خاصی زمین جائیداد کا مالک ہوتا ہے، رحیم داد چوہدری نور الہی کو قتل کر دیتا ہے جھوٹے فراڈ کیس کے صورت میں تمام تر جائیداد کے کاغذات اپنے نام کر کے عیاشی کرتا ہے۔ یہ متاثرین یتیم ارشاد الہی اور بیوہ کلثوم بی بی جاگیرداروں کے ہاں محنت مزدوری کرتے نظر آتے ہیں۔ بھٹوں پر کام کرتے ہیں۔ جاگیردارانہ نظام میں یہ کردار سماجی جبر اور معاشی تنگ دستی سے غیر انسانی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ لالی کی بھٹی میں مزدوری کرتے ہوئے ان متاثرین سے ملاقات ہوتی ہے تو پتہ چلتا کہ چوہدری نور الہی کے ورثا زندہ ہیں۔ ان کو بتایا جاتا ہے کہ تمہاری جائیداد پر رحیم داد قابض ہو کر بیٹھ گیا ہے۔ میرے ساتھ چلو میں تم لوگوں کو حق دلاتا ہوں۔ اس طرح حق دار کو حق دینے کے لیے لالی ایک سرکل شروع کر دیتا ہے۔ وہاں رحیم داد اداروں میں ابن الوقت کرداروں سے مل کر ان حقیقی ورثا کو خون تھوکنے پر مجبور کرتا ہے۔ نسائی کردار کلثوم کو دکھایا گیا ہے کہ کس طرح اپنے دل کے ٹکڑے یعنی کہ اولاد کے لیے ترستی ہیں۔ لالی کو بد دعا دیتی ہیں کہ ہمیں وہی مزدوروں والی زندگی ہی چاہیے یہاں تو ہمیں مزید سزا دی جا رہی ہے اللہ تیرا بیڑا پار کرے ہم نے تمہارا کیا بگاڑا تھا۔ یہ ثانوی کردار اولاد کے لیے ترستے ہوئے دکھایا جاتا ہے کہ عورت ذات جو کہ سماجی جبر، گھٹن برداشت کرتی ہے اس کے پیچھے اولاد کی مجبوری ہوتی ہے لیکن یہ جاگیردارانہ سماج اور سرمایہ دارانہ نظام عورت کو بطور جانور یا شے سمجھ کر مسلسل استحصال کا نشانہ بناتا ہے۔ ناول نگار نے ان ثانوی کرداروں کے ذریعے معاشرے کی تلخ حقائق سے پردہ ہٹایا ہے۔

لالی ایک انسان دوست کردار ہے خدا ترسی اس کے اندر کسی نہ کسی صورت میں محسوس کی جا سکتی ہے شاداں اور رحیم داد کے مرنے کے بعد وہ جائیداد کے اصلی وارث کو تلاش کرنے لگتا ہے کہ حقدار کو حق دے کر ہی کھیل ختم ہونا چاہیے چوہدری نور الہیٰ جو کہ ایک مہاجر تھا۔ اس کی اولاد سڑکوں پر بھیک مانگ رہی ہے جعلی جھوٹے جاگیرداروں نے اس کی جائیداد پر قبضہ کیا ہے چوہدری نور الہی کا بیٹا ارشاد الہیٰ ایک بھٹے پر مزدوری کرتا ہے جہاں لالی خود بھی کام کرتا تھا۔ یہ اس کے پاس جاتا ہے کہ تیرا باپ زندہ ہے۔ آپ کی اپنی زمین جائیداد ہے اپنی والدہ کو ساتھ لے کر چلو میں تمہیں حق دلاتا ہوں۔ چوہدری نور الہیٰ کی بیگم سڑکوں پر بھیک مانگتی ہے۔ یہاں پر ناول نگار حق دار کو حق اور ظالم، مظلوم کی مکمل جدوجہد کو سامنے لانا چاہتا ہے اس طرح کا جذبہ ایک اور کردار "پروفیسر سلیم لودھی" بھی ہوتا ہے یہ انگریزی کا پروفیسر ہوتا ہے۔ اس کی ملاقات لالی سے جیل میں ہوئی تھی۔ سلیم لودھی حکومت کے خلاف طالب علموں کو اکساتا ہے تخریب کاری کرتا ہے۔ یہ انگریزی کا پروفیسر انسانی سماج میں سماجی گھٹن اور دشواریوں پر کلاسز میں بچوں سے مکالمہ کیا کرتا تھا حب الوطنی، غداری کیا ہے۔ شہریوں کو اپنے حقوق کا احساس دلانے کے لئے اضافی وقت کلاسز میں لگاتا تھا۔ ناول میں اس کا ذکر یوں ہوتا ہے۔

"ایوب خان اپنے جرنیلوں کے ساتھ رات کی تاریکی میں چوروں کی طرح ڈاکہ زنی کرتا ہے تو اسے ڈاکا نہیں بلکہ حب الوطنی کہا جاتا ہے۔ نظریہ ضرورت قرار دیا جاتا ہے۔ مارشل لاء لگا کر طرح طرح کے ضابطوں سے اپنے ہی ملک کے پرامن عوام کو ڈرایا جاتا ہے۔ دھمکایا جائے جبر و تشدد کا نشانہ بنایا جائے تو اسے غنڈہ گردی اور دہشت گردی نہیں بلکہ ملک اور قوم کی خدمت ثابت کرنے کے لئے ریڈیو اور اخبارات دن رات پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کیسی کیسی قصیدہ خوانی ہوتی ہے۔۔۔۔۔"۔[۱۰]

ناول جانگلوس میں دو مجرموں کی کہانی یہ صرف دو قیدیوں تک محدود نہیں رہتی بلکہ یہ کہانی احسان شاہ، کمشنر ہمدانی جیسے ابن الوقت اور بے حس اور دوسری طرف لالی، چوہدری نور الٰہی اور پروفیسر سلیم لودھی پر جا کر ختم ہوتی ہے ۔ناول کا اختتام ایک معاشرتی ناانصافی اور سماجی المیے پر ہوتا ہے۔ کہ حق دار کو حق نہیں ملتا۔ حق کے لئے لڑنے والے کو اذیت ملتی ہے سماج میں شعور و آگہی کو بیدار کرنے والے شخص کو ذہنی وجسمانی اذیت سے گزرنا پڑتا ہے۔

یہاں تک کہ دماغی امراض کے ہسپتال تک آدمی پہنچ جاتا ہے۔ حق دار سڑکوں پر بھیک مانگتے ہیں راستوں میں خون تھوکتے ہیں حق دار اور حق دار کا ساتھ دینے والے ناول میں خون تھوکنے کو نصیب سمجھ کر زندگی بسر کرتے ہیں پروفیسر سلیم لودھی، مرحوم چوہدری نور الٰہی کی بیگم کلثوم بی بی لاچار بے بس بیٹے ارشاد الٰہی کی صحت یابی کے لئے دعا مانگتی نظر آتی ہے کلثوم بی بی جائیداد نہیں اپنے دل کے ٹکڑے ارشاد الٰہی کی زندگی کی بھیک مانگتی نظر آتی ہے لالی یہ سب کچھ دیکھتا ہے دوسری طرف ذہنی مریض پروفیسر سلیم لودھی صدا لگاتا ہے، اوئے بھول جا!!!

انسانوں پر مشتمل معاشرے میں غلط اور درست، ظلم اور ناانصافی، حب الوطنی اور غداری میں فرق بتانے والا جیل کی سلاخوں میں بے بس ذہنی مریض کے طور پر موجود ہے۔ کردار کلثوم بی بی کو جب زنانہ پاگل خانے میں پہنچا دیا جاتا ہے تو پاگل خانے کی کوٹھری میں جو ماحول دیکھتی ہے چیخنے لگتی ہے ناول میں اس منظر کو یوں پیش کیا گیا ہے:

"ہائے میں مر گئی یہ تو پاغل خانہ ہے۔" "چپ کرو کنجریو۔ پرے ہٹو۔ میں پاغل شاغل نہیں ہوں" اس نے چیخ چیخ کر لالی کو بھی گالیاں اور کوسنے دیے۔ وئے لالی حرام دے تیرا بیڑا ڈبے۔ ہم جوند سنگھ والا بھلے چنگے تھے۔ خانہ خراب تو پھکا کر ہمیں وہاں سے یہاں پاغل خانے میں ڈلوایا۔ وے تیرا ککھ نہ رہے۔ تو مر جائے"۔[۱۱]

کردار لالی جو حق دار کو حق دلانے کی کوشش کر رہا تھا کلثوم بیگم کی چیخ و پکار سن کر بے بسی کا شکار ہے۔ اپنی بے بسی اور مجبوری پر دل ہی دل میں سخت پریشان حال ہے۔ دوسری طرف ارشاد الٰہی فرش پر بے حال پڑا کھانس رہا ہے۔ کھانستے ہوئے خون تھوک رہا ہے شدید بخار میں مبتلا ہے لالی سے یہ منظر دیکھا نہیں جاتا وہ ارشاد الٰہی سے طبعیت دریافت کرتا ہے ناول میں اس کا اظہار یوں ملتا ہے:

"یار کچھ تو بتا، کیسی طبیعت ہے؟ ارشاد الٰہی نے آنکھیں کھول کر لالی کو دیکھا۔ طبعیت کیسی بھی ہے تجھے اس سے کیا لینا؟ یار تو بھی اپنی ماں کی طرح مجھ سے ناراض ہے، میں تو تم دونوں کی مدد کرنا چاہتا تھا تجھے اور تیری ماں کو کوٹلہ ہر کشن کی زمین داری جو جائیداد مل جاتی تو مجھے بہت خوشی ہوتی اتنی خوشی ہوتی کہ میں تجھے بتا نہیں سکتا۔۔۔ پر میری طرح تم دونوں کی بھی کسمت خراب ہے"۔ (۱۲)

تو دوسری طرف محترم احسان شاہ، اس کے سہولت کار نادر خان، پولیس اور عدلیہ کھڑی ہے۔ جاگیر دار جانگلیوں اور کمیوں کے متعلق غیر انسانی رویہ رکھتے ہیں یہ اپنے مزارعوں کی اولاد کو بھی غلام ابنِ غلام بنا کر زندگی جینے پر مجبور کرتے ہیں کردار جمیلہ احسان شاہ کے بارے میں کہتا ہے:

"وہ یہ نہیں چاہتا کہ جانگلیوں اور کمیوں کے بچے پڑھ لکھ کر یہ جان لیں کہ وہ جانگلی اور کمی کیوں ہیں۔ اور احسان شاہ کیسے جگیر دار بن گیا؟ انھیں پتہ چل جائے گا کہ اس کے پرکھے اپنے انگریز حاکموں کے جوتے چاٹتے تھے ان کے سامنے کتوں کی طرح دم ہلاتے تھے۔۔۔"۔ (۱۳)

کردار احسان شاہ چڑھتے سورج کا پجاری ہے۔ اس جیسے انسان کا کوئی نظریہ نہیں ہوتا یہ ہوا کے رخ کے ساتھ سفر کرتے ہیں۔ یہ نظریہ ضرورت کے تحت زندگی گزارتے ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل یہ تحریکِ پاکستان اور پاکستان کے خلاف ہوتا ہے لیکن قیامِ پاکستان کے بعد اپنے گھر پر سبز جھنڈا لگاتا ہے اور مٹھائی تقسیم کرتا ہے۔ ناول میں اس کے بارے میں کردار عالم کہتا ہے:

"نہیں جی! وہ تو سدا یونینسٹ ہے۔ وہ تب بھی یونیسٹ پارٹی میں تھا۔ اس نے پاکستان کی سخت مخالفت کی تھی۔۔۔ پاکستان آخر بن ہی گیا۔ پر پاکستان بنتے ہی تیں نوں پتہ ہے شاہ جی نے کیا کیا؟ رحیم داد نے پوچھا وہ جھٹ مسلم لیگی بن گیا اس نے اپنی حویلی پر سبز جھنڈا لگایا"۔ (۱۴)

ناول کا اختتام ان الفاظ میں ہوتا ہے۔

"لالی نے دل گرفتہ ہو کر سوچا، سلیم لودھی واقعی پاگل ہو گیا ہے۔ اوئے بھول جا!

وہ جو کہہ رہا ہے ٹھیک ہی کہہ رہا ہے وہ سب کچھ بھول چکا ہے۔ اور صرف پاگل اور دیوانہ رہ گیا ہے اسے بھی سب کچھ بھول جانا چاہیے یہ بھی بھول جانا چاہیے کہ وہ لالی سے اب وہ صرف ایک پاگل ہے جس کا نہ کوئی ماضی ہے نہ مستقبل، جیل کے چریا وارڈ میں پاگلوں کے ساتھ رہ کر اسے سلیم لودھی کی طرح پاگل ہی بن کر رہنا ہو گا۔ یہ ایک ایسا وارڈ ہے جس میں داخل ہونے کا راستہ ہے مگر واپسی کا کوئی راستہ نہیں اس میں قیدی بننے کے بعد رہائی پا کر نہیں نکلتا بلکہ اس کی لاش نکلتی ہے۔۔۔ سلیم لودھی نے ایک بار پھر اونچی تان میں صدا لگائی اوئے بھول جا! ارشاد الٰہی پر یکا یک شدید کھانسی کا دورہ پڑا وہ بے قرار ہو کر اٹھا

اور دونوں ہاتھوں سے سینہ دبوچ کر زور زور سے کھانسنے لگا۔ اس نے کھنکھار کر فرش پر تھوکا۔۔۔۔۔ بلغم کے ساتھ بہتا بہتا خون کا لوتھڑا ابھی نکلا۔۔۔۔۔"۔ (۱۵)

حق کا ساتھ دینے والوں کا اور حق کے لئے آواز اٹھانے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے ناول نگار نے نور الہیٰ سلیم لودھی اور لالی کے کرداروں کے ذریعے بخوبی دکھایا ہے۔ بیگم کلثوم بھیک مانگتی تو سلامت رہتی یہاں پر تو اولاد کو مرتے مرتے دیکھنا پڑ رہا ہے اس سے زیادہ دردناک منظر کے علاوہ کون سا منظر ہو گا۔ انسانوں پر مشتمل معاشرے میں شعور و آگہی کی فضا کو بر قرار رکھنے والا کردار "پروفیسر لودھی" ذہنی توازن کھو چکا ہے۔ معاشرتی ناہمواری اور اجتماعی مسائل کی نشاندہی کرنے والا سماجی گھٹن کا شکار ہو کر مینٹل ہسپتال میں بقیہ زندگی بسر کر رہا ہے۔ تو دوسری طرف مظلوم کا ساتھ دینے والا "لالی" بے بسی کا شکار ہے۔ اور یہاں جیل میں "چوہدری نور الہی" ایک اذیت کے مرحلے میں ہے۔ اس کے حصے میں خون تھوکنا نصیب ہوا ہے۔ "بیگم کلثوم" سڑکوں پر بھیک مانگ کر زندگی گزار رہی تھی۔ چوہدرائن بننے کے چکر میں زندگی کے اس مقام پر کھڑی ہے کہ اپنے جگر گوشے کو مرتا ہوا دیکھ رہی ہے۔ ناول کا اختتام مظلوم کا ساتھ دینے والے کی بے بسی اور سماجی ناانصافی اور ایسے پر ہوتا ہے پروفیسر لودھی کی سزا کسی حد تک درست معلوم ہوتی ہے۔ اوئے بھول جا۔۔۔۔۔ اوئے بھول جا۔۔۔۔۔ اوئے بھول جا۔۔۔!

تانیثیت کے مقامی پہلو میں عورت کی شعور بیداری اہم سوالات اٹھاتی ہیں۔ بنیادی حقوق میں زندہ رہنے کا حق، تعلیم کا حق، آمدورفت پر پابندی نہ ہونے، اپنی مرضی کا پیشہ اختیار کرنے، پسند کی شادی اور بطور انسان سماج میں اپنی سماجی حیثیت کا حق مانگنا بنیادی انسانی حقوق میں شامل ہیں۔

"فیمنزم، دنیا کے مختلف ممالک میں ان کے معاشرے، مزاج اور ضروریات کے مطابق شکل اختیار کرتا ہے۔ جس میں خود عورتوں کی تعلیم، شعور، کلاس اور ماحول کا دخل ہوتا ہے۔ عورتیں اپنی جدوجہد کے دوران "پدر شاہی" کو سمجھنے اس سے نجات حاصل کرنے اور ایک غیر استحصالی معاشرہ قائم کرنے کے مراحل سے گزرتی ہیں۔" (۱۶)

حاشیے پر لکھی ہوئی کہانی میں عورت کا استحصال صرف چار دیواری تک محدود نہیں ہوتا ہے۔ چار دیواری سے باہر قدم رکھنے والی عورت کو بھی دہرے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بظاہر آزاد عورت کی مصلحت کے پیچھے نہ نظر آنے والے محرکات ہوتے ہیں۔ غربت، بھوک افلاس اور فرسودہ روایات اس کے خلاف مسلسل حالتِ جنگ میں رہنے والی عورت کو ہر قسم کے حیاتیاتی مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جانگلوس میں جائیداد سے بے دخلی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ جائداد کی خاطر بڑے بھائی کو ذہنی مریض بنا دیا جاتا ہے۔ شعور کی بیداری کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کر دی جاتی ہیں۔ ان تمام تر انسانی زندگی کو درپیش مشکلات اور مسائل میں عورت کو بنیادی ضروریات زندگی سے ترجیحی بنیادوں پر نظر

انداز کیا جاتا ہے۔ مزارعہ کی حیثیت کیا؟ اور اس کی شریک حیات کی حیثیت کیا؟ جاگیر دارانہ سماج میں گھر کی لونڈی یا مرغی سے کمتر ترجیح دی جاتی ہے۔۔ عورت کو تعلیم کی آزادی پر پابندی، عورت کو ووٹ کی آزادی پر پابندی، آزادئ اظہار پر پابندی کے علاوہ ہر قسم کی صحت مند سرگرمیوں پر پابندی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان مسائل کی عکاسی جانگلوس میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ جانگلوس کو صرف دو قیدیوں کی کہانی کہہ کر نظر انداز کرنا ناول اور ناول نگار سے ناانصافی ہوگی۔ حاشیے پر لکھے ہوئے ان نسائی کرداروں کا، شاداں، جمیلہ، نوراں، کلثوم بی بی اور دیگر متاثرہ کرداروں کا انسانی المیہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ کشور ناہید، "ادب اور نسائیت"، (مضمون) مشمولہ: خاموشی کی آواز، مرتبین: فاطمہ حسن / آصف فرخی، وعدہ کتاب گھر، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۲۵

۲۔ نجیبہ عارف، ڈاکٹر، رفتہ آئندہ، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص ۴۹

۳۔ فہمیدہ ریاض، ڈاکٹر، "فیمنزم اور ہم"، (مضمون) مشمولہ: اردو ادب اور تانیثیت، مرتبہ: قاضی عابد، پورب اکادمی، اسلام آباد، طبع اول ۲۰۱۶ء، ص ۸

۴۔ شوکت صدیقی، جانگلوس جلد اول، کتاب پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۹ء، ص نمبر ۳۵

۵۔ ایضاً، ص نمبر ۳۵۴

۶۔ شوکت صدیقی، جانگلوس جلد سوم، کتاب پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۶ء، ص نمبر ۶۳۷

۷۔ ایضاً، ص نمبر ۶۴۰۔

۸۔ ایضاً، ص نمبر ۶۵۹۔

۹۔ ناصر عباس نیئر، ڈاکٹر، "جدید اردو نظم کا تانیثی تناظر"، (مضمون) مشمولہ: اردو ادب اور تانیثیت، مرتبہ: قاضی عابد، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء، ص ۱۹۱

۱۰۔ ایضاً، ص نمبر ۶۱۰۔۶۱۱

۱۱۔ شوکت صدیقی، جانگلوس، کتاب پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۹ء، ص نمبر ۷۴۲۔

۱۲۔ ایضاً، ص نمبر ۷۴۳

۱۳۔ ایضاً، ص نمبر ۶۷

۱۴۔ ایضاً، ص نمبر ۶۳۱

۱۵۔ ایضاً، ص نمبر ۷۴۳۔

۱۶۔ ہارون، انیس، ”فیمنزم اور پاکستانی عورت“، (مضمون) مشمولہ: اردو ادب اور تانیثیت، مرتبہ: قاضی عابد، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء، ص ۲۶

References in Roman Script:

1. Kishwar Naheed, "Adab aur Nisaiyat", (Mazmoon) Mashmoola: Khamoshi ki Awaz, Murattibeen: Fatima Hassan/Asif Farrukhi, Wadah Kitabghar, Karachi, 2003, P. 25
2. Najeeba Arif, Dr., Rafta Aainda, Poorab academy, Islamabad, 2008, P. 49
3. Fahmida Riyaz, Dr., "Feminism aur Hum", (Mazmoon), Mashmoola: Urdu Adab aur Tanisiyat, Murattaba: Qazi Abid, Poorab Academy, Islamabad, Taba e Awwal, 2016, P. 8
4. Shaukat Siddiqui, Jangloos, Vol. 1, Kitab Publications, Karachi, 2009, P. 35
5. Ibid. P. 354
6. Shaukat Siddiqui, Jangloos, Vol. 3, Kitab Publications, Karachi, 2006, P 637
7. Ibid. P. 640
8. Ibid. P. 659
9. Nasir Abbas Nayyar, Dr., "Jadeed Urdu Nazm ka Tanisi Tanazur", (Mazmoon) Mashmoola: Urdu Adab aur Tanisiyat, Murattaba: Qazi Abid, Poorab academy, Islamabad, 2016, P. 191
10. Ibid. P. 610-611.
11. Shaukat Siddiqui, Jangloos, Kitab Publications, Karachi, 2009, P 742
12. Ibid. P. 743
13. Ibid. P. 67
14. Ibid. P. 631
15. Ibid. P. 743
16. Haroon Anees, "Feminism aur Pakistani Aurat", (Mazmoon), Mashmoola: Urdu Adab aur Tanisiyat, Murattaba: Qazi Abid, Poorab academy, Islamabad, 2016, P. 26